بدعتیوں کے رد میں حضرت کی ایک تالیف براہین قاطعہ

ابھی یہ شورش فروتہ ہوئی تھی کہ ایک اور فتنہ کھڑا ہوا کہ حضرت تعطیل رمضان میں وطن گئے ہوئے تھے آپ کے پیچھے براہین قاطعہ[3] یہاں پہنچی اور گھاس میں چنگاری کا کام دے گئی۔ دشمنوں کو آپ کے خلاف شور مچانے کا موقع ملا اور عوام و خواص میں طرح طرح کی بدگوئی و عناد کا پھیلاؤ ہونے لگا۔ بالآخر فرمانروائے بھاولپور کی خدمت میں بھی یہ عرضداشت پیش کر کے کہ مولوی خلیل احمد بدین اور کافر ہے اور براہین میں حق تعالیٰ کو نعوذ باللہ کاذب کہتا ہے اس پر آمادہ کیا کہ ان مسائل میں مولوی خلیل احمد صاحب سے مناظرہ کرایا جائے۔ چنانچہ حضرت کو ریاست کی طرف سے ایام تعطیل ہی میں دعوتِ مناظرہ دی گئی اور بذریعہ رجسٹری شدہ خط آپ کو جلد بھاولپور بلایا گیا۔

---

[1] شیخ کے نام پر کتاب کا نام ہے اور کتاب بہت ہی بے مثال ہے کاش کوئی اس کو طبع کرے۔ [2] جس کو فیصلہ کے لئے تجویز کیا گیا ہے۔

[3] یہ کتاب ایک بدعتی عالم مولوی عبدالسمیع کی کتاب انوار ساطعہ کا جواب ہے اور ان کی تمام غلط دلیلوں کا ہر مسئلہ میں نہایت ہی کافی شافی لاجواب جواب ہے مطالعہ کے لائق ہے۔ (جمیل احمد)

گنگوہ سے جو علماء آئے اُن کے نام

مشورہ کے لئے حضرت گنگوہ حاضر ہوئے اور آخر یہ طے پایا کہ یہاں سے مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی، مولانا صدیق احمد صاحب انبہٹوی، مولانا عبدالحق صاحب پوری اور مولوی محمد مراد صاحب وغیرہ کو ساتھ لیکر بھاولپور جانا اور مناظرہ ضرور کرنا چاہیئے کہ انشاء اللہ فتح اہل حق کی ہے۔ چنانچہ آپ ان حضرات کو ساتھ لیکر روانہ ہوئے اور جس وقت ملتان پہنچے کہ اس وقت بھاولپور کا یہی راستہ تھا تو بعض لوگ بھاولپور کے ملے اور انھوں نے ڈرایا کہ نواب بھاولپور با اختیار فرمانروا ہیں اور ان کو ایسا اشتعال ہے کہ انھوں نے طے کرلیا ہے کہ ان ہندوستانی مولویوں کو توپ سے اڑادیا جائے۔ یہ سُن کر اول تو با قتضاء بشریت کچھ اضطراب ہوا مگر آخر یہی قرار پایا کہ شہید ہونا اس سے بہتر ہے کہ اظہارِ حق سے فرار کرنے والے کہلائیں۔ لہٰذا حسبنا اللہ[ا] ونعم الوکیل کہہ کر آگے روانہ ہوگئے اور بھاولپور پہنچکر نواب صاحب کو اطلاع دیدی کہ ہم مناظرہ کے لئے آگئے ہیں اور ہر طرح مستعد و طیار ہیں۔

بدعتیوں سے مناظرہ

چنانچہ ۶ر جون ۱۸۸۹ء مطابق ۶ر شوال ۱۳۰۶ھ کو نواب صاحب کی کوٹھی میں اول تحریری اور پھر تقریری مناظرہ چار دن ہوا اور نواب صاحب کے پیر غلام فرید صاحب حَکَم قرار پائے۔ مناظرہ کی مفصل روداد ایک مستقل کتاب ہوجائے گی اور یہاں سوانح حضرت میں صرف کلی درجہ میں وہ دلیرانہ طرز ظاہر کرنا ہے جس کی وجہ سے آپ سیّد المناظرین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ اس لئے اخبار نظام الملک مراد آباد مطبوعہ ۲۷ر ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ کی وہ تحریر شائع کرتا ہوں جو ایک مصنف شریک مناظرہ نے مولوی غلام دستگیر قصوری کی اس تحریر کے جواب میں شائع کی جس کی سرخی یہ تھی ؎

خلیل احمد[۲] خدا را گفت کاذب — دلیل آورد از خلف المواعید

اور بجائے اس کے کہ حکم کی طرف سے باقاعدہ فیصلہ جو تحریر و تقریر فریقین سے منقح ہوا شائع ہوتا یا ادھر کے تحریری و تقریری دلائل کا جواب بحوالہ کتبِ معتبرہ دیا جاتا۔ ساری تحریر کا خلاصہ یہ تھا کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی بھی جو کہ مشہور و معروف وہابی اور رئیسِ[۳] غیر مقلدین ہے یہی کہتا ہے اور مولوی خلیل احمد اس کا چیلا ہے لہٰذا کافر

[ا] ہم کو اللہ تعالیٰ کافی ہیں اور وہ بہت اچھے ذمہ دار ہیں۔ [۲] خلیل احمد نے خدا کو جھوٹا کہا اور دلیل لایا وعدوں کے خلاف کرنے مگر یہ سب جھوٹ اور دھوکہ تھا۔ مسئلہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو کذب پر قدرت ہے یا نہیں حضرت اور تمام علماء دیوبند قادر مانتے ہیں مگر اس کے عیب ہونے کی وجہ سے اس کا صادر ہونا محال قرار دیتے ہیں۔ بدعتی لوگ خدائے تعالیٰ کو اس پر قادر نہیں مانتے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ کون ایسا مسلمان ہوسکتا ہے جو خدائے تعالیٰ کی قدرت کو محدود قرار دے اور اس کا تعلق صدق یا کذب سے نہ قرار دیکر اس بارہ میں معطل قرار دیدے مگر آجکل لوگ ناعاقبت اندیشی سے کام لیتے اور قادر مطلق کو غیر قادر بنائے جاتے ہیں۔

[۳] حالانکہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید بالکل حنفی تھے البتہ رفع یدین کے ثبوت پر ایک رسالہ لکھدینے سے بہت سے اہلحدیث اور بہت سے بدعتیوں کو یہ غلط گمان ہوگیا ہے۔ اصل بات یہ تھی کہ بعض حنفیوں نے اہل حدیث یعنی غیر مقلدین زمانہ کو زانی برصفحہ آئندہ)

اور وہابی ہے"۔ اس تحریر پر طلبہ کے اور نام کے مولویوں اور مساجد کے اماموں اور واعظوں کے دستخط کرا دیئے تھے جس سے عوام سمجھیں کہ ریاست کے سارے مولوی تکفیر پر متفق ہیں۔

اس تحریر ذیل سے فہیم شخص مسائل مختلف[ا] فیہا کی ابحاثِ فریقین کو بالاجمال سمجھ سکتا ہے کہ مباحثہ مسائل خلف[ا] وعید بشریت[۲] حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، وسعتِ[۳] علم ملک الموت و شیطان۔ مجلس[۴] میلاد مروجہ اور رسم[۵] فاتحہ مروجہ کے متعلق تھا جن کی تفصیل براہینِ قاطعہ میں مذکور ہوئی ہے۔

تحریری مناظرہ

مولانا صدیق احمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جب تحریری مناظرہ کے لئے سوالات ہمارے پاس آئے تو ہم نے ایک ایک سوال بانٹ لیا اور اعلمیت[۲] کا مسئلہ میرے حصہ میں آیا۔ جس وقت ہمارے جوابات گئے اور فریقِ ثانی کے علماء نے دیکھے تو ہم نے وہیں کے معتبر آدمیوں سے سُنا کہ کہتے تھے جوابات بہت زور کے اور کافی شافی ہیں لہٰذا مناظرہ کا رُخ بدلنا اور تحریری کو تقریری بنانا چاہیئے کہ رعبِ حکومت مانع تکلم ہو اور تقریری میں بھی صرف امکانِ کذب کو لیا جائے کہ اس میں گنجایش ہے اور عوام کے بھڑکنے کا بھی اچھا موقع ہے۔

تقریری مناظرہ

چنانچہ ۱۸ جون سہ شنبہ کو اُسی کوٹھی پر اراکینِ سلطنت اور خواصِ ملک جمع ہوئے اور غلام دستگیر نے اپنی بَلا بیچارے سلطان محمود کے سر ڈالدی کہ صبح سے ۱۲ بجے دوپہر تک مولانا خلیل احمد صاحب کی وہ شیرانہ گفتگو ہوئی جس کو سن کر سارے حکام اور وکیل و بیرسٹر بھی دنگ ہو گئے چنانچہ تحریر ذیل میں سب بالاجمال مذکور ہے۔

روئیداد مناظرہ

(ضمیمہ اخبار نظام الملک مراد آباد مطبوعہ ۲۵ اگست ۱۸۸۹ء از: م، ن، شریکِ جلسہ)

غلام[ا] دستگیر ار کافرم خواند چراغِ کذب را نبود فروغ

مسلماں[۲] گفتمش اندر مکافات دروغے را جزا باشد دروغ

(بقیہ صفحۂ گذشتہ) رفع یدین پر کافر کہنا شروع کر دیا تھا اور یہ سخت ترین غلطی تھی بڑی گمراہی تھی کہ جب حدیثوں میں حضور کا یہ فعل موجود ہے گو ہماری تحقیق میں منسوخ ہے اس پر عمل کرنے والوں کو کافر کہنا کیسے حلال ہو سکتا ہے۔ امام شافعیؒ امام احمدؒ امام مالکؒ اور ان کے تمام پیروؤں کو کافر کہنا معمولی بات نہ تھی۔ ائمہ مجتہدین میں سے سب کا استدلال قرآن و حدیث سے اپنی تحقیق میں قوی طریقہ سے ہے خلاف براجح و مرجوح کا ہے اگر حنفی کبھی رفع یدین کرلے گا تو کوئی اس کی نماز کو فاسد نہیں کہہ سکتا اگر شافعی ترکِ رفع سے نماز ادا کرلے گا تو کوئی شافعی اس کو فاسد نہیں کہہ سکتا یہ اختلاف حق و باطل کا اختلاف نہیں یہ ترجیح کا اختلاف ہے اس لئے اصلاح کامل کیلئے شاہ صاحب نے علمی طور سے تو رفع یدین پر رسالہ لکھا اور عملی طور سے گاہ گاہ رفع یدین بھی کیا۔ پروپیگنڈا والوں کو ایک غلط راستہ مل گیا۔ ان کو وہابی کہنا ایک تہمتِ عظیم ہے۔ وہابی عبدالوہاب نجدی کے پیروکار تھے جو اپنے سوا کسی کو مسلمان نہیں کہتے تھے۔ اب کوئی وہابی ہے ہی نہیں نجدی بھی وہابی نہیں ہیں مگر پروپیگنڈہ والوں نے لفظ وہابی کو ایٹم بم بنا لیا ہے۔

(حاشیہ صفحۂ ھذا) [ا] اختلافی مسائل۔ [۲] سب سے زیادہ عالم ہونا کہ حضور سب سے زیادہ عالم ہیں مگر عالم الغیب نہیں۔ [۳] بات کرنے میں روک۔ [۴] اگر غلام دستگیر نے مجھے کافر کہا تو جھوٹ کے چراغ کو فروغ نہیں ہوتا۔ [۵] میں نے اس کے بدلہ میں اس کو مسلمان ہی کہا کہ جھوٹ کا بدلہ جھوٹ ہی مناسب ہے۔

(جمیل احمد)

حامداً ومصلیاً اُن حضرات کی خدمات میں جن کو فہم وانصاف خداداد سے حصہ ملا ہے عرض ہے کہ فتویٰ مندرجۂ صادق الاخبار بہاولپور مورخہ ۱۱ رجولائی ۱۸۸۹ء جس کے سوال وجواب کی تالیف مولوی غلام دستگیر قصوری کے فہم وقلم سے ہوئی ہے آپ صاحبوں نے بھی ملاحظہ فرمایا ہوگا اور اس کی صحت وغلطی پر اطلاع پائی ہوگی لیکن چونکہ میں مولانا مولوی خلیل احمد صاحب کا ہم عقیدہ اور بہاولپور کے مناظرہ میں شریک تھا اس لئے مختصراً میری بھی گذارش سن لیجئے۔

خلاصہ مضمونِ فتویٰ یہ ہے: "خلیل احمد اور اس کے ہمعقیدہ اہل سنت سے نہیں فرقۂ وہابیہ اسمٰعیلیہ سخت بے ادبوں سے ہیں جن سے ہندوستان وغیرہ میں غیر مقلد اور نیچری شاخیں نکلی ہیں اہل اسلام اہل سنت وجماعت کو اُن سے اجتناب واجب ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ جب ہم عقائد اہل اسلام اہل سنت پر ثابت القدم راسخ[1] الجنان ہیں اور نہایت وثوق اور اُن پختہ دلائل سے ثابت کرتے ہیں جن کی مخالفین میں سے کوئی تردید نہیں کرسکتا کہ ہمارے اعتقادات سراسر مطابق اعتقاداتِ اہل سنت ہیں تو ہم کو اس کی کچھ شکایت نہیں کہ مولوی غلام دستگیر اور اُن کے اتباع[2] ہم کو اہل سنت سے خارج بتلائیں یا کافر فرمائیں۔ کیونکہ اول تو یہ سنتِ قدیمہ ہے کہ اہل حق اور اہل اللہ کے اس قسم کے لوگ دشمن ہوا ہی کرتے ہیں اور حق کہنے والوں کو بُرا کہا ہی کرتے ہیں، یہ کوئی نیا طریقہ نہیں ہے۔ علماءِ ربانیین کی فہرست ہاتھ میں لیکر اول سے آخر تک دیکھ جاؤ کوئی ایسا نہ نکلے گا جو اُن کی زبانِ طعن اور سہامِ[3] لعن سے بچا ہو۔ حضرت ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلکہ جملہ صحابہ و اہلبیت وازواجِ مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو خیال کرلیجئے اور دیکھئے کہ ان میں سے کوئی بھی ایسے لوگوں کی طعن وملامت اور لعن ومذمت سے محفوظ رہا ہے؟

ائمۂ مجتہدین کے ساتھ ان لوگوں کی زبان نے کیا کیا کچھ سلوک کئے۔ خصوصاً امام الائمہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو کیا کچھ سب وشتم کیا۔ اولیاءِ امت کی کہاں تک نوبت پہنچائی، جس نے زبان سے کچھ حق نکالا جھٹ اس کی تکفیر کی۔ شیخ محی الدین ابن عربی اور امام غزالی اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور ابومدین مغربی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا حال دیکھئے کہ ان کی کہاں تک توہین وتکفیر کی۔ محدثین امت کو دیکھ لیجئے ان کے ساتھ انھوں نے کیا مہربانیاں فرمائیں۔ امام بخاری کے ساتھ کیا کیا، نسائی کے ساتھ کیا سلوک ہوا۔

ان سب کو رہنے دو، انبیاء صلوات اللہ علیہم کے حالات کو دیکھ لو کہ ان کے ساتھ انھوں نے کیا کیا؟

[1] دل جمعی۔ [2] پیروکار۔ [3] لعنت کے تیروں سے۔ (جمیل احمد)

[گ]ھور کیوں جاتے ہو حضرت فخرِ عالم سیدِ وُلدِ آدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی حال احادیث میں ٹٹول کر دیکھ لو اور نہیں تو قرآن شریف میں ہی تلاوت فرما لو۔ حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتا ہے: وَکَذٰلِکَ[1] جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیَاطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ مَا فَعَلُوْہُ فَذَرْھُمْ وَمَا یَفْتَرُوْنَ ہ اور تو اور خدائے تعالیٰ سے بھی تو نہ چوکے۔

پھر اگر ہماری حق گوئی اور اتباعِ سنتِ نبوی پر انھوں نے ہم کو بھی کچھ فرمایا تو ہم کو ہرگز کچھ شکایت نہیں بلکہ ہمارا فخر ہے کہ بحمد اللہ تعالیٰ ہم کو ہمارے آباء معنوی کی میراث ملی اور ہمارے مخالفوں نے اپنے آبائے روحانی کی ارث کو اختیار کیا ع میراث[2] پدر خواہی علم پدر آموز۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ رضینا[3] قسمۃ الجبار فینا۔ دوسرے یہ کہ بحکم احادیثِ صحیحہ ثابت ہے کہ یہ کلمہ[4] وہ کلمہ ہے جو قائل کی طرف ہی عود کیا کرتا ہے جبکہ وہ شخص جس کے حق میں کہا گیا ہو اس کا مستحق نہ ہو چنانچہ ارشاد ہے فقد[5] باء بہ احدھما۔ اور بحمد اللہ تعالیٰ نہ جماعت اہلِ سنت وجماعت سے ہم جدا ہیں نہ دائرۂ اسلام سے خارج۔ اور نہ ہمارا کوئی عقیدہ عقائدِ اہلِ سنت کے خلاف۔ تو یہ سب سب[6] وشتم اور تضلیل وتکفیر مولوی غلام دستگیر کی طرف ہی لوٹتی ہے اور بموجب حدیثِ صحیح کے وہی اس تمام طعن ولعن کا مورد قرار پاتا ہے نہ ہم۔

تیسرے یہ کہ اس تکفیر وتضلیل میں تمام متکلمین اور سب فقہاء ومحدثین جو عموم[7] قدرت باری تعالیٰ کے قائل ہیں شامل ہوئے۔ پس جب ہم اُن کو اپنا پیشوا سمجھتے ہیں تو اگر وہ بھی گمراہی میں پڑے ہیں تو ہم بھی سہی، "مرگِ انبوہ[8] جشنے دارد" تو جب غلام دستگیر نے سب اکابر اہلِ سنت کو اہلِ سنت سے خارج کر دیا تو اُس اہلسنت

---

[1] اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن بنائے ہیں انسانی شیطان اور جنّی شیطان بعض بعض کے دل میں ملمع کاری کے قول اور دھوکے ڈالتے رہتے ہیں اور اگر آپ کے رب چاہتے تو وہ ایسا نہ کر سکتے تو تم چھوڑ دو ان کو ان کے جھوٹ تہمتیں باندھنے کو۔ یعنی اس میں بھی حکمت ہے کہ مخالف اور دشمن ہوا کریں ورنہ ان کا کمال کیسے چمکے۔ [2] اگر باپ کی میراث چاہتے ہو تو باپ کا علم سیکھو۔ [3] اللہ تعالیٰ کی اس تقسیم پر جو ہم میں فرمائی ہے ہم بالکل راضی ہیں کہ ہم کو ہمارے بزرگان کی پیروی ملی اُن کو ان کے بڑوں کی پیروی ملی۔ [4] کافر کہنا کسی کو حدیث میں ہے کہ جب کسی کو کوئی کافر کہتا ہے تو دونوں میں سے ایک کفر کے ساتھ لوٹتا ہے اگر وہ واقعی کافر تھا تو وہ ورنہ کہنے والا اس لفظ کے ساتھ لوٹتا ہے۔

[5] لوٹے گا اس کے ساتھ ان دونوں میں سے ایک۔ [6] بُرا کہنا گالیاں دینا اور گمراہ یا کافر قرار دینا۔

[7] اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عام ہونا۔ ہر ہر چیز پر اُن کو قدرت حاصل ہے چھوٹی ہو یا بڑی اچھی ہو یا بُری مگر بُری کا صدور نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ نقص ہے اور اللہ تعالیٰ ہر نقص وعیب سے پاک ہیں، تو سچ پر قدرت ہے اور جھوٹ پر بھی مگر جھوٹ صادر نہ ہوگا کہ یہ عیب ونقص ہے حق تعالیٰ ان سے پاک ہیں۔

[8] ایک گروہ کے گروہ کا مرنا بھی ایک جشن رکھتا ہے۔

ہونے سے جس کو غلام دستگیر تسنن[1] کہتا ہے ہم بھی تحاشی[2] کرتے ہیں۔

مگر افسوس یہ ہے کہ مفتی کون؟ غلام دستگیر، اور مسئلہ کونسا؟ عموم قدرت باری تعالی۔ سبحان اللہ یہ منہ اور مسور کی دال۔ خدا کی قدرت کہ مسئلۂ قدرت میں اور غلام دستگیر ہماری تکفیر کرے۔ قیامت آئے جب وہ موٹے موٹے اور ظاہر ظاہر مسائل سمجھنے سے عاجز ہے تو ایسے باریک مسائل میں اس کی فہم نارسا کیونکر رسائی پا سکتی ہے۔

یہ غلام دستگیر وہی غلام دستگیر ہے جو چند روز ہوئے ریاست بھاولپور کی میونسپل کمیٹی میں محرر تھا، آج آپ علامۃ الدھر بن بیٹھے، اس کی ہمیشہ کی عادت ہے کہ ایسی ہی چالاکیوں سے کارروائی کیا کرتا ہے جو علماء کی شان کے علاوہ عوام اراذل سے بھی نہایت بعید ہیں۔

مناظرۂ بھاولپور کا صحیح صحیح قصہ جو ایک بڑے مجمع کثیر اور جم غفیر میں ہوا اول ان معتبر لوگوں سے سُن لیجئے جو اس میں شریک تھے اور دیکھئے کہ اس میں ان حضرت کی کیسی گت ہوئی پھر اس فتوے کو جو صادق الاخبار میں درج کرایا ہے اس کے مطابق کیجئے،[3] آپ کی ایمانداری واضح ہو جائے گی۔

مناظرۂ بھاولپور کا حال اس وقت مجملاً اور مختصراً عرض کرتا ہوں: مولانا خلیل احمد صاحب وسط رمضان سخت موسم گرمی میں نہایت عجلت اور تقاضا کے ساتھ بتحریک غلام دستگیر مناظرہ کے لئے بھاولپور بذریعہ تار برقی و خطار جسٹری طلب ہوئے۔ ۲۱ رمضان کو مع رفقا وہاں پہنچے، وہاں پہنچنے پر جوشِ مناظرہ تو فرو ہوا لیکن غلام دستگیر اور اس کے رفقا کی آتشِ عناد نے دوسری طرح اشتعال پایا۔ جب ان مکر اور حیلوں میں ناکامیابی رہی تو ۳ شوال کو پہلا جلسۂ مناظرہ جناب میاں صاحب میاں غلام فرید صاحب مرشد حضور سرکار عالی دام اقبالہ وملکہ کی کوٹھی میں منعقد ہوا۔

شرائطِ مناظرہ

تمام ارکینِ ریاست جمع ہوئے فریقین بالمقابل بیٹھے۔ ہماری طرف سے شرائطِ مناظرہ پیش ہوئیں، کل تیرہ[۱۳] شرطیں تھیں۔ منجملہ ان کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ فریقین کی تقریریں قلمبند ہوں۔ جو مجلس میں بالاتفاق منظور ہوئی، اور ایک یہ بھی شرط تھی کہ جو منصف اور حکم مقرر ہو وہ علوم عقلیہ ونقلیہ فرعیہ[4] واصلیہ میں مزاولت[5] تامہ رکھتا ہو اور اس پر فرض ہوگا کہ فریقین کے دلائل پر بدلائلِ شرعیہ فیصلہ لکھے جس فریق کے دعوے باد لیل کی تصحیح کرے بدلائل کرے اور جس کی تغلیط کرے بدلائل تغلیط کرے۔ بلا دلیل اس کا قول ہرگز قبول نہ ہوگا۔

---

۱ اہل سنت ہونا۔ ۲ ہ برات کرتے ہیں: خدا کی شان تو دیکھو کہ کھچڑی پکی۔ حضور بلبل شیدا کرے نواسنجی ؛ جو لوگ بے اصل بے ثبوت باتوں کے پیرو کار ہیں ان کو کہا جاتا ہے اہلِ سنت، اور جن کا ہر قول وفعل سنتِ نبوی کے موافق وہ اہلِ سنت سے خارج کہلائیں، کیا بدعت کا نام سنت ہوتا ہے۔ جنوں کا نام خرد رکھ لیا خرد کا جنوں۔ ۳ غلام دستگیر کی۔ ۴ عملی اور عقیدوں کے علوم فقہ وکلام۔ ۵ لین دین میں، ہمیشگی یعنی درس تدریس یا تالیف وغیرہ میں مسلسل مشغولی۔ (جمیل احمد)

غلام دستگیر کہتا تھا کہ جناب میاں صاحب منصف و حکم ہیں اس شرط کی کیا حاجت ہے، کیا تم پیر صاحب کے حکم ہونے سے منکر ہو؟[1] مولانا خلیل احمد صاحب کہتے تھے کہ ہم کو پیر صاحب کے ادنیٰ خادم کا منصف ہونا قبول ہے مگر بشرطیکہ فیصلہ بدلائلِ شرعیہ ہو۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ اس موقع میں تو پیر صاحب کی منصفی پر اس قدر زور ڈالتے ہو اور ان مسائل میں جن میں تم خود میاں صاحب کے مخالف ہو اُن میں جناب میاں صاحب کی منصفی کو منظور نہیں کرتے۔

تحریری مناظرہ اور سات اعتراضات

بعد شرائط غلام دستگیر نے تحریری مناظرہ کو مناسب وقت سمجھ کر سات اعتراضات پیش کئے جو ساڑھے آٹھ ورق پر لکھے ہوئے تھے اور چاہا کہ مجلس میں پڑھ کر سنائے۔[2]

مولانا نے کہا کہ مجلسِ وعظ نہیں ہے مجلسِ مناظرہ ہے، مناظرہ تحریری ہوگا یا تقریری۔ اگر تحریری مناظرہ ہے تو اسی مجلس میں وقتِ مقرر پر تحریری سوال و جواب کیجئے، اور زبانی ہے تو زبانی سوال کیجئے زبانی جواب لیجئے۔ اس سے تو غلام دستگیر نے انکار کیا اور پڑھ کر سنانے پر[3] اصرار کیا۔ آخر مولانا نے کہا اچھا اگر آپ سناتے ہیں تو ہم کو اجازت ہو کہ ہم اعتراض کریں گے، اس کو بھی منظور نہ کیا۔[4] مولانا نے کہا کہ اس صورت میں ہمارا بیٹھنا فضول ہے۔ چنانچہ اراکین نے اس کو منظور فرمایا اور کہا کہ آپ جائیں بعد میں آپ کے پاس بھیج دیئے جائیں گے۔ آپ چار روز میں جواب لکھ دیں۔ مولانا نے یہ قبول کیا اور کہا کہ مجلس میں ہمارے جواب بھی اسی طرح سنائے جائیں گے، اس کو اراکین نے قبول فرمایا اور ہم چلے آئے۔

چار روز کے عرصہ میں اجمالی اور تفصیلی جوابات لکھے، مجموعہ کی تعداد تقریباً ساڑھے[5] پندرہ جز تھی۔ پانچویں روز دوسرا جلسہ منعقد ہوا۔ چونکہ تفصیلی جوابات زیادہ بسیط[6] تھے اس لئے اراکین نے اجمالی جوابات کو سننا قبول کیا۔

---

[1] کتنی معقول شرط تھی کہ فیصلہ کرنے والا وہ ہو جو ان علمی باتوں کو سمجھ بھی سکے فیصلہ بھی کر سکے۔ اس پر کسی معین شخص کا اصرار اندرونی راز کو ظاہر کرتا ہے اور یہ عنوان تو پیر صاحب اور بادشاہ دونوں کو برانگیختہ کرنے کا تھا جو علمی کم مائگی کی دلیل ہوا کرتا ہے۔
[2] منشا کھلا ہوا تھا کہ اس طرح اعتراضات نواب کے سامنے آجائیں پھر انتشار پھیلا کر جوابات کسی کو نہ سننے دیں۔
[3] مناظرہ تو ہوتا یہی ہے کہ ایک کہے پھر دوسرا جواب دے پھر پہلا اس کا جواب دے پھر وہ جواب الجواب، اگر تحریری ہو تو تحریروں میں اور تقریری ہو تو تقریروں میں یا زبانی۔ اس سے انکار کرنا تو مناظرہ سے گریز کرنا ہوا۔ اور سنا کر پھر درہم برہم کرنا بھی مناظرہ سے انحراف ہے اور عاجز ہونے کا اعتراف۔ [4] گویا یہ مطلب ہوا کہ وہ تقریریں غلط سلط جھوٹ بہتان بے دلیل جو چاہیں کہہ دیں اس پر کوئی نہ بول سکے اور گالیاں تک سنا کرے پھر جلسہ درہم برہم کرکے یکطرفہ بات لوگوں کے سامنے رہنے دی جائے تو یہ مناظرہ سے گریز نہیں تو کیا ہے۔ [5] تقریباً ۲۴۸ صفحے۔ [6] لمبے اور تفصیلی تھے۔ ضروری بات تو یہ تھی کہ جیسے پہلی تقریریں مفصل سنی تھیں جوابات بھی تفصیلی سنے جاتے تاکہ حق ناحق معلوم ہو سکتا ان کو اجمالی پیش کرنے کی اجازت دینا مناظرہ سے انحراف اور ایک طرح کی جانبداری ہے مگر اہلِ حق نے انتہا تک پہنچانے کے لئے اس کو بھی مان لیا۔ (جمیل احمد)

لیکن غلام دستگیر مجلس میں نہیں آیا اور عذر کیا کہ جب انھوں نے ہمارے سوالات نہیں سُنے تو ہم ان کے جوابات نہیں سُنتے۔ مولانا نے کہا کہ ہم نے تو اس لئے نہیں سُنے تھے کہ ہم کو اعتراض کرنے کی اجازت نہ تھی جب ہم آپ کو اعتراض کرنے کی اجازت دیتے ہیں تو ان کو اب کیا عذر ہے۔ اراکین نے بھی اس پر بہت زور دیا کہ غلام دستگیر مجلس میں شریک ہو مگر غلام دستگیر ایسے کاہے کو تھے، مجلس میں نہ آئے پر نہ آئے۔ مگر مولانا نے اپنا اجمالی جواب مجلس میں خوب دھڑلّے کے ساتھ پڑھ کر سنایا اور بعد اختتام پکار کر کہہ دیا کہ جس کا دل چاہے اس پر اعتراض کرے ہم جواب دیں گے۔

علماءِ نواحِ بہاولپور غلام دستگیر کے معاونین مولوی عبدالرشید، مولوی غلام نبی، مولوی سلطان محمود، مولوی الٰہ بخش وغیرہم سب شریکِ جلسہ تھے مگر کوئی کچھ نہ بولا۔ بعض اراکین کی طرف سے اصرار ہوا کہ یہ جوابات میاں صاحب کے حوالہ کردو۔ چونکہ وہ صرف مسودہ تھا اس لئے مولانا نے یہ کہا کہ تاوقتیکہ ہم اس کی نقل نہ کرلیں اس کو ہم نہیں دے سکتے۔ اور بڑی خیر ہوئی کہ وہ تحریر نہیں دی تھی ورنہ زبانی مناظرہ کے اوراق[1] کی طرح اس سے بھی ہاتھ دھونے پڑتے اور بجز افسوس کے کچھ نہ ہاتھ آتا۔

غرض اس وقت مولانا اپنی تحریروں کو سنانے کے بعد واپس لیکر چلے آئے اور پانچ روز کی مہلت اراکین نے عنایت کی کہ اس عرصہ میں نقل کر کے جوابات دیدو۔ چھٹے روز جواب نقل بھیجدیئے۔

اب غلام دستگیر نے سوچا کہ معاملہ دگرگوں ہو گیا۔ اس تحریرِ طویل الذیل کا سمجھنا اور جواب لکھنا تو درکنار اس کا اول سے آخر تک پڑھنا ہی دشوار ہے۔ آٹھ ورق پر سوال تو کتنے ایام کی جانکاہی میں کمیٹی کر کے لکھے تھے پھر اس تحریر کے جواب کے لئے تو مہینوں کا عرصہ درکار ہے اس لئے دوسری چال چلے اور زبانی مناظرہ[2] ٹھہرایا۔ مولانا نے بلا اصرار قبول کیا۔

زبانی مناظرہ

تیسرا جلسہ زبانی مناظرہ کے لئے منعقد ہوا۔ تمام اراکین جناب میاں صاحب کی کوٹھی میں جمع ہوئے، فریقین بالمقابل بٹھا دیئے گئے۔ فریقین کی تقریریں لکھنے کے واسطے بمنظوری اراکین مولوی عبدالمالک صاحب مدرس کالج بہاولپور مقرر ہوئے۔ مولانا نے مولوی غلام دستگیر سے کہا کہ سوال کیجئے، تو کہتے کیا ہیں کہ مجھ کو تو جو کچھ لکھنا تھا لکھ چکا۔ اب میں

[1] جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔ [2] اس میں اپنی نجات دیکھی کہ کوئی بات تحریر میں مضبوط نہ ہوگی جس سے چاہے انکار جس سے چاہے اقرار کرسکیں گے اور لوگوں کو دھوکا دینے کا راستہ نکل آئے گا۔ چرب زبانی اور یک طرفہ بیانات سے اپنی شکست کو چھپانا بلکہ فتح کے نام سے پیش کرنا ممکن ہوگا اور ممکن ہے ایسا ہی کیا گیا بھی ہو جیسے کہ ان صاحبوں کا ہر جگہ یہی معمول ہوتا ہے۔

کچھ نہیں کہتا[1]، ہاں مولوی سلطان محمود[2] کچھ سوال کریں گے"

معلوم ہوا کہ اب غلام دستگیر میدانِ مناظرہ سے بلطائف الحیل گریز کیا چاہتا ہے اس لئے مولانا نے کہا کہ اصل متخاصمین[3] میں اور آپ ہیں۔ میں صرف آپ کے سوال کا جواب دونگا دوسرے کسی کے سوال کا میں جواب نہیں دونگا۔ اگر آپ کے معاونین میں سے کوئی سوال کرے گا تو میرے رفقا میں سے اس کا کوئی جواب دیگا۔ ہاں اگر مولوی غلام دستگیر اقرار کرلے کہ میں سوال کرنے سے عاجز ہوں تو پھر جس کا دل چاہے سوال کرے میں ہی جواب دونگا اس پر بہت کچھ جھلائے تو ہی، خیال بھی کیا کہ اب بھی شاید کچھ غیرت آجائے گی اور سوال کرے گا مگر توبہ توبہ سوال کے نام سے اس کا مرغِ روح ہوا ہوا جاتا تھا کبھی کہتا تھا کہ حضرت میاں صاحب کا ارشاد ہو تو سوال کروں کبھی بدحواسی میں کہتا تھا کہ مولوی سلطان محمود صاحب ارشاد فرمائیں تو سوال کروں۔ اور اراکین اس کے اس گریز و اغماض سے زچ پچ تھے۔

آخر جب تمام اہلِ حل وعقد نے اس کو مجبور کیا تو قہر درویش بجانِ درویش سوال کے لئے تہیہ کرنے لگا۔ پہلے کچھ دیر تک دعا مانگی (شاید جان بچنے کیلئے ہوگی) حق کے غلبہ کی دعا پر تو ہم نے بھی آمین کہی۔

مولوی عبداللہ ٹونکی اور مولانا محمود حسن صاحب کے مناظرہ کا تذکرہ

پھر بستہ کھول کر کچھ کاغذات نکالے اور اس مناظرہ کی بابت اعتراض کیا جو لاہور میں ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۰۶ھ کو مولوی عبداللہ ٹونکی مدرس یونیورسٹی کے ساتھ مولانا محمود حسن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کا ہوا تھا جس کا صحیح خلاصہ یہ تھا کہ مسئلہ امکانِ کذب[4] کی بابت مولوی عبداللہ سے تذکرہ ہوا انھوں نے کہا میرے نزدیک اس کا قائل دائرہ اہلِ سنت سے خارج ہے۔ دلیل طلب کی گئی تو شرح مواقف کا حوالہ دیا جو بحث صفتِ کلام باری میں مذکور ہے اس پر کچھ امتناع[5] بالذات اور بالغیر کی بابت ذکر چھڑا تو اس پر

---

[1] یہ کیسی بوالعجبی ہے کہ خود ہی بجائے تحریری کے زبانی مناظرہ پر زور دیا اور جب اس کا وقت آیا تو تحریر پر حوالہ کردیا اور کنارہ کش ہوگئے۔ اگر تحریری مناظرہ پسند تھا تو اس کو تبدیل کیوں کرایا اور اگر وہ ناپسند تھا زبانی پسند تھا تو بجائے زبانی کے اس پر حوالہ کرنا کیسا۔ آخر ان قلابازیوں میں راز کیا ہے اس پر بھی تو غور کرنا چاہئے۔

[2] مناظرہ کرنے والے ایک ایک صاحب اصل تھے اور باقی ان کے ساتھی تھے اصل کا مقابلہ اصل سے اور ساتھی کا ساتھی سے ہونا تھا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اصل مناظر تھے تو اُدھر مولوی غلام دستگیر اصل تھے خود گریز کرنا اور ساتھیوں کو پھانسنا انصاف کی بات نہ تھی ہر ایک کو حق تھا کہ میں اصل مناظر ہوں اصل سے ہی مناظرہ کروں گا کم درجے والے سے مناظرہ اس کی شان کے خلاف ہوتا ہے ہاں اگر مناظر عاجز ہوا اصل ہونے سے استعفا دیدے تو پھر بعد والا ساتھی اصل بن سکتا ہے طریقہ یوں ہے اس لئے دوسرے پر ڈالنا خود کے عاجز ہو کر استعفا دینے کے مرادف ہوا۔ [3] مقابلہ اور جھگڑے والے۔

[4] جھوٹ کا کہہ سکنا ذات باری سے ممکن ہے یا نہیں یعنی اس پر قدرت ہے یا نہیں۔

[5] خود بخود محال ہونا اور کسی دوسری محال شئ کے لازم آنے سے اس کا محال ہونا کہ کذب خود بخود محال ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

مولوی عبداللہ نے کہا کہ مجھ کو مناظرہ منظور نہیں ہے۔ تب یہ کہا گیا کہ یہ محض تحقیقِ مسئلہ ہے اور مناظرہ نہیں اس سے آپ ناخوش نہ ہوں اور یہ کہا گیا کہ خود شارح مواقف امکانِ کذب کی تصریح کر دے تب بھی آپ قبول کریں گے؟ اس کو تسلیم کیا۔ چنانچہ شرح مواقف کی عبارت صفحہ ۷۰۹ کی ان کو دکھائی گئی، اس کو دیر تک دیکھا کئے۔ دیکھکر مطلق اس میں چون وچرا نہ کی اور اس کو قبول کر لیا۔ اور کوئی عبارت کسی کتاب مسلم الثبوت وغیرہ کی اس کے مقابلہ میں پیش نہیں کی بلکہ سوائے شرح مواقف کے ذکر کے اور نام تک بھی کسی کتاب کا نہیں آیا۔ اس کی بابت غلام دستگیر نے اپنے سوالات میں غالباً لکھا تھا کہ مولوی عبداللہ نے مسلم الثبوت کی عبارت پیش کر کے خلیل احمد وغیرہ کو ساکت کر دیا۔ اس پر مولانا نے تفصیلی جوابات میں لکھا تھا کہ یہ محض خلاف واقع اور جھوٹ ہے۔

مولوی غلام دستگیر کے مولانا سہارنپوری پر دو اعتراض

اس جلسہ میں غلام دستگیر نے مولوی عبداللہ کے دو خط نکالے اور دیر تک پڑھتے رہے اور کہا کہ دیکھو جناب مفتی عبداللہ صاحب خود تحریر فرماتے ہیں تو میری طرف جھوٹ کو نسبت کرنا خلیل احمد کا محض جھوٹ اور خیانت ہے حالانکہ یہ نہ سمجھے کہ اس صورت[1] میں کذب ان کے مقتدا مولوی عبداللہ کی طرف منسوب ہوگا۔ دوسرا اعتراض یہ تھا کہ تفصیلی جوابات میں تحفۂ اثنا عشریہ کی عبارت کی نقل میں غلطی کاتب سے نیست کی جگہ است لکھا گیا تھا تو اس پر تحفۂ اثنا عشریہ نکالکر دکھلایا کہ دیکھئے خلیل احمد نے نقل میں خیانت[2] کی۔ ان دونوں اعتراضوں کے بیان میں ایک بڑا وقت صرف کیا جس سے تمام اراکین اور سب حضارِ مجلس مکدر و منغض[3] ہوئے اور چیف جج صاحب نے غلام دستگیر کو فرمایا بھی کہ اصل مسئلہ میں سوال کرنا تھا، کوئی حدیث کوئی ناسخ کوئی منسوخ بیان کرنا تھا۔ اس کے بعد مولوی غلام دستگیر صاحب کی زبان شریف سے مناظرہ کی بابت کچھ نہ نکلا۔

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) تو قدرت میں نہ ہوا اور ہر شے پر خدائے تعالی کی قدرت نہ رہی اور اگر کسی لازم آنے والی بات کی وجہ سے محال ہے تو خود تو ممکن ہوا تحت القدرت ہوا۔ دوسری وجہ سے سو نقص وعیب کا محال لازم آتا ہے محال ہوا اسی کو امکان کذب کہتے ہیں کہ کذب ممکن تو ہے مگر ہوگا نہیں کہ عیب ونقص ہے۔

(حاشیہ صفحۂ ھذا) [1] کیونکہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے یہ کہا تھا کہ خلاف واقع اور جھوٹ ہے۔ جھوٹ کس کا ہے یہ نہیں فرمایا تھا۔ اگر غلام دستگیر صاحب اپنا نہیں تسلیم کرتے تو مولوی عبداللہ کا ہوگا۔ مقتدا یا استاد کے ادب کا تقاضا تو یہ تھا کہ اپنا ہی تسلیم کر لیتے ان کو جھوٹ سے بچا لیتے اور اگر دونوں کو بری کرنا تھا تو ثبوت اس کا لازم تھا کہ واقعی پیش کیا تھا یا اب پیش کر دیتے ورنہ دونوں میں سے ایک کا جھوٹ تو ثابت ہوا۔

[2] لیکن آگے پیچھے کی عبارت سے تو صحیح لفظ معلوم ہو رہا ہے کاتب کی غلطی سے مصنف پر الزام درست نہیں۔

[3] تنگ دل۔

مولانا کی طرف سے عام چیلنج

جب مولانا نے دیکھا کہ تمام اراکین منغض ہوئے تو تھوڑا سا اور غلام دستگیر سے بابت سوال تقاضا کرکے اور تا بدروازہ پہنچا کر اور اس کا عجز واشگاف کرکے کہا کہ خیراب میں کہتا ہوں کہ جو شخص سوال کریگا میں اس کا جواب دونگا۔ چنانچہ مولوی سلطان محمود ساکن تلیہڑی مناظرہ کے لئے منتخب ہوئے اور مناظرہ کے لئے بالمقابل بیٹھے۔ یہاں سے بانتظام جناب مرزا جندودہ خاں صاحب مشیر مال حال مولوی عبدالمالک نے تقریریں لکھنی شروع کیں۔

سلطان محمود نے سوال کیا کہ خداوند تعالیٰ کی نسبت اتصاف[1] امکان کذب کے ساتھ آپ کا کیا عقیدہ ہے؟

مولانا نے کہا کہ ممتنع[2] بالذات۔

سلطان محمود نے کہا یہ آپ کی تحریر کے مخالف ہے۔

مولانا نے کہا ہرگز نہیں ہے آپ نے ہماری تحریر کو سمجھا نہیں۔

سلطان محمود نے کہا تشریح کیجئے۔

مولانا نے کہا کہ صدق اور کذب صفت[3] کلام ہے اور کلام باری تعالیٰ نفسی[4] ہے اور لفظی۔ نفسی جو صفت قدیمہ ہے اس میں کذب ممتنع[5] بالذات ہے اور کلام لفظی میں ممکن[6] بالذات اور ممتنع بالغیر ہے۔ آپ کا کیا عقیدہ؟ کہا ممتنع بالذات۔

طرفین سے دلیل کا مطالبہ ہوا۔ سلطان محمود تو اپنے اثبات مدعا کے لئے کیا دلیل بیان کرتے۔ مولانا نے آیت[7] ولو شئنا لبعثنا فی کل قریۃ نذیرًا الخ پڑھی جس کی تفسیر میں امام رازی نے تفسیر کبیر میں خدا تعالیٰ

---

[1] جھوٹ کے ممکن ہونے کے ساتھ صفت والا ہونا۔ [2] خود بخود محال بلا کسی دوسری برائی کا ذریعہ ہے۔

[3] کلام ہی صادق یا کاذب یعنی واقع کے موافق یا مخالف ہوتا ہے۔ صاحب کلام کو جو صادق یا کاذب کہہ دیتے ہیں وہ مجازاً اس کے کلام کے واسطے سے کہدیتے ہیں ورنہ وہ واقع کے موافق ومخالف نہیں ہوتا واقع کی نقل نہیں ہوتا واقعہ کی نقل تو کلام ہی ہے۔

[4] انسان لفظوں کو لفظوں کا جامہ پہنانے سے پہلے دماغ میں بہت کچھ عبارت بنا لیتا ہے وہ تو کلام نفسی ہے کیونکہ ابھی لفظ نہیں ہیں لفظ تو زبان سے نکلنے والی چیزیں ہیں پھر اس دماغی عبارت کو لفظوں میں لاتا ہے یہ کلام لفظی ہے۔ حق تعالیٰ کے یہاں بھی لفظوں کے جامہ سے پہلے جو عبارت ہے وہ کلام نفسی ہے اور لفظوں میں کلام لفظی مگر انسان حادث اس کا علم حادث اس کا یہ دماغی کلام بھی حادث، بلکہ بعض دفعہ رفتہ رفتہ بنتا اور لفظوں میں ڈھلتا ہے دوسرے انسانی حصولی ہے کہ لفظوں کی صورتوں سے ذہن میں عبارت بناتا ہے حضوری یعنی بلا واسطہ لفظوں کی صورتوں کے نہیں جیسے انسان اپنے موجود ہونے کا علم بلا لفظوں کی صورتوں کے ہوتا ہے جو حضوری ہے وہ ما بہ انہیں اور حق کا علم سب حضوری ہے وہاں لفظوں کی صورتوں کا دخل نہیں ہے اور پھر ہمیشہ سے ہمیشہ کے ہے اس لئے وہ ذات پاک کی ایک صفت ہے ہمیشہ سے ہمیشہ کے لئے ہے قدیم ہے وہ کلام نفسی ہے پھر لفظوں کو اس کے موافق کیا جاتا ہے لفظ حادث ہیں کلام لفظی حادث ہے۔ اب کلام نفسی قدیم ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہے (باقی برصفحہ آئندہ)

کی قدرت مثل[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھی ہے اور پھر لکھا ہے کہ خلاف معلوم اور خلافِ[2] اخبار مقدور ہے جو کہ مستلزم[3] امکانِ کذب کو ہے۔

سلطان محمود نے کہا کہ لوٗ فرض[4] کے واسطے ہے اور فرض محالات کا بھی جائز ہے مولانا نے کہا کہ میرا استدلال لوٗ سے نہیں ہے بلکہ مشیت[5] سے ہے۔ سلطان محمود نے کہا قدرت[6] اوصاف مشترکہ میں مراد ہے اور اوصاف[7] خاصہ میں مثل پر قدرت نہیں ہے۔ مولانا نے کہا کہ آدمؑ میں وصفِ[8] اولیت خاص ہے اور شیطان میں بدترین ہونا وصف خاص ہے تو ان کے مثل[9] پر بھی قدرت نہیں۔ اسی طرح ہر ایک فرد کی مثل[10] پر قدرت نہیں؟ تو کہا ہاں۔

مفتی صدر الدین کے رسالہ کا حوالہ

اور دوسرے امر کا معارضہ کبیر کی دوسری عبارت سے کیا جس کا حاصل یہ تھا کہ خلافِ[11] معلوم اور خلافِ اخبار غیر مقدور ہے۔ اس کا جواب مولانا نے پیشوائے غلام دستگیر مفتی صدر الدین مرحوم کے رسالۂ اثبات امکان[12] نظیر فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیش کیا جس کو بہت کتب کلامیہ سے نقل کیا تھا کہ خلافِ معلوم اور خلاف اخبار مقدور ہے۔ اور یہ بھی غالباً اسی جلسہ میں کہا گیا کہ اگر خلافِ علم مقدور نہ ہو تو لازم آوے کہ معاذ اللہ خدائے تعالیٰ کو کسی چیز پر قدرت نہ ہو کیونکہ موجودات اور معدومات ممکنہ کا وجود و عدم ایک وقتِ معلوم تک ہے اس سے پیشتر نہ موجود کا معدوم کرنا اور نہ معدوم کا موجود کرنا مقدور[13] ہو۔ تعالیٰ عن[14] ذالک

مکتوبات شیخ یحییٰ منیری رحؒ کا حوالہ

اور نیز عبارت مکتوبات شیخ یحییٰ منیری کی کہ انبیاء کے دوزخ میں ڈالنے پر قدرت[15] میں لکھی ہے پڑھ کر سنائی۔ شاید غلام دستگیر

(بقیہ حاشیہ از صفحۂ گذشتہ) تو اس کا واقعہ کے خلاف ہونا خود محال ہے کہ اس کا تکلم ابدی و قدیم اور صفت ہے اس کا خلاف واقع ہونا تو تکلم نفسی ہو جاتا ہے یہ منقولہ محالی ہے اور لفظوں کے ساتھ اس کا تعلق حادث ہے لفظوں کا جب تک کلام نفسی کا ان سے تعلق نہ ہو خلاف واقع ہونا ممکن ہے اور جب کلام نفسی کا ان سے تعلق ہو جائے گا اب وہ کلام لفظی بن جائیگا اب اس کا تکلم ہو جائیگا تو کلام نفسی کا اس سے تعلق بحت قدرت ہے مگر ہوگا نہیں کیونکہ اس سے عیب لازم آتا ہے عیب کی وجہ سے محال ہوگا نہ کہ خود — ۵ خود محال۔ ۶ خود ممکن کسی دوسری بات کی وجہ سے محال۔ ۷ اور اگر ہم چاہتے تو ہر آبادی میں ایک نبی بھیج دیتے۔

(حاشیہ صفحۂ ھذا) ۱ حضور کا مثل یعنی ایسا نبی۔ ۲ معلوم اور خبر کا خلاف بحت قدرت۔ ۳ جو کذب کے تحت قدرت اور ممکن ہونے کو لازم بناتا ہے۔ ۴ تسلیم کرنے کے لئے۔ ۵ چاہئے کہ حضور کا مثل چاہے کے تحت تو ہوا ہی تحت قدرت ہے۔ ۶ ان اوصاف مثل ہونے پر قدرت مراد ہے جو سب میں مشترک ہوں۔ ۷ جو حضور کے خاص اوصاف ہیں ان پر نہیں ان کا مثل نہیں۔ ۸ سب سے اول ہونا۔ ۹ تو کیا ان خاص پر قدرت نہیں۔ ۱۰ اس کی خاص خاص صفتوں کے ساتھ کیا قدرت نہیں جس کو کوئی نہیں کہہ سکتا۔ ۱۱ معلوم و خبر کا خلاف قدرت رب سے باہر ہے۔ ۱۲ حضور کی نظیر و مثل کے ممکن ہونے کو ثابت کرنا۔ ۱۳ تحتِ قدرت۔ ۱۴ اللہ تعالیٰ اس سے بلند و بالا ہیں۔ ۱۵ کہ یہ بھی قدرت میں مگر حسب وعدہ ایسا نہ کریں گے تو یہ بھی خود محال نہیں وعدہ کے خلاف ہونے سے نہ ہوگا۔

چوتھا جلسہ

تیسرے روز پھر چوتھا جلسہ منعقد ہوا۔ چونکہ سلطان محمود پہلے مناظرہ کا ڈھنگ دیکھ چکا تھا اس لئے اس روز اس نے چاہا کہ مبحث کو بدلے مگر خلافِ داب مناظرہ چلنے نہ دیا گیا اور گو تیسرے جلسہ کے خاتمہ پر سلطان محمود پر جواب دہی باقی رہی تھی تو آج اس پر جواب دینا لازم تھا۔

مولانا نے از سرِ نو دلائل پیش کئے

مگر مولانا نے شرعاً اثباتِ مدعا کے لئے از سرِ نو دلائل پیش کئے اور وہ کل تین دلیلیں تھیں۔

پہلی دلیل یہ تھی کہ ہم کہہ چکے ہیں کہ کلام نفسی میں کذب ممتنع بالذات ہے لیکن کلامِ لفظی میں ممکن بالذات ہے کیونکہ کلام لفظی وہ ہے جو مرکب الفاظ سے ہو اور جو مرکب الفاظ سے ہو وہ حادث ہے اور جو حادث ہے وہ ممکن ہے اور جو ممکن ہے وہ بحکم آیت اِنَّ اللہ علیٰ کل شیٔ قدیر[2] داخل تحتِ قدرت ہے، تو کلامِ لفظی باقسامہ[3] داخل تحتِ قدرت ہے پھر ہر ایک مقدمہ کا ثبوت شرح عقائد نسفی سے کر دیا۔

اس دلیل کو سن کر جو کیفیت سلطان محمود اور اس کے رفقاء غلام دستگیر وغیرہ کی ہوئی تھی وہ قابلِ دید تھی۔ بہرکیف اس کے جواب میں ساکت محض ہوئے اور اس دلیل کو کسی طرح نہیں توڑ سکے گھبرا کر یہ کہا کہ ہم شکل اول نہیں جانتے امکانِ کذب کو کسی کتاب سے ثابت کیجئے۔

پھر چیلنج

مولانا نے چند بار پکار کر یہ بھی کہہ دیا کہ اگر آپ صاحبوں میں سے کوئی میری دلیل کے کسی مقدمہ کو باطل کر دیں گے تو میں اپنی دلیل سے دست بردار ہو جاؤنگا مگر کوئی کچھ نہ بولا

فریقِ ثانی کی بدحواسی

دوسری دلیل یہ تھی کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّ اللہ لا یغفر ان یشرک بہ[4] اب ہم پوچھتے ہیں کہ حق تعالیٰ کو اس کے خلاف پر قدرت ہے کہ نہیں؟ وہ مشرک کو بخش سکتا ہے یا نہیں؟ جناب میاں صاحب نے فرمایا ہاں بخش سکتا ہے تو مولانا نے کہا کہ یہی امکانِ کذب[5] ہے۔ اس پر سلطان محمود اور غلام دستگیر باتفاق بولے کہ خدا تعالیٰ مشرک کو نہیں بخش سکتا اور غلام دستگیر نے جلدی سے جلالین منگائی اور ادھر ادھر لوٹ پوٹ کر اپنا سا منہ لے کر رہ گئے اور کتاب

ے شروع ہی ہیں۔ [2] بیشک اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قدرت والے ہیں اور شئے وہ ہے جس پر مشیت وارد ہو وہ ہر ممکن ہے۔ [3] سب قسموں کے ساتھ صادق بھی کاذب بھی۔ [4] بیشک اللہ تعالیٰ نہیں بخشیں گے اس کو کہ ان کے ساتھ شرک کیا جائے۔ [5] کہ جو فرمایا ہے کہ نہ بخشیں گے اس کے خلاف یعنی بخش دینا قدرت میں تو ہے مگر وعدہ کی وجہ سے نہ بخشیں گے تو بخشنا خود تو ممکن ہو ممکن بالذات اور وعدہ کی وجہ سے منع ہو۔

❖ ❖

❖

رکھدی ۔ مولانا نے کتبِ کلامیہ سے مشرک کی مغفرت کا مقدور[1] ہونا ثابت کر دیا۔ آخر جب کچھ بن نہ پڑا تو گھبرا کر کہنے لگے کہ اس سے آپ نے فعل[2] میں کذب ثابت کیا اور دعوی اثبات کذب فی القول تھا۔ مولانا نے کہا سبحان اللہ میں تو اس قول ان[3] اللہ لا یغفر ان یشرک بہ میں جو کہ جملۂ خبریہ ہے کہہ رہا ہوں۔ کہنے لگے نہیں صاحب آپ تو کذب فی الفعل ثابت کرتے ہیں۔

اہلِ علم سمجھ سکتے ہیں کہ ایسے جواب کس حالت میں آدمی سے صادر ہوتے ہیں۔ پھر یہ کہا کہ امکانِ کذب کتاب سے ثابت کیجئے۔

جب مولانا دو قوی دلیلوں سے اپنا مدعا ثابت کر چکے تھے تو اب ان پر لازم نہ تھا کہ موافق فرمائش[4] کے بھی ثابت کرتے مگر تبرعاً[5] بایں خیال کہ آپ کے دل میں حسرتِ اعتراض باقی نہ رہ جائے اس لئے اس کو منظور کر کے تیسری دلیل شرح مواقف سے پیش کی یعنی وہ عبارت جو ۹۰۷ مطبوعہ نول کشور پر مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شارح معتزلہ و خوارج[6] کی طرف سے اعتراض کرتا ہے کہ امکانِ[7] کذب فی الخبر اور خُلف فی الوعید لازم آتا ہے اور وہ محال ہے۔ پھر اس کا جواب دیتا ہے قلنا[8] لا نسلم استحالتہ کیف و هما من الممكنات التي يشملها قدرة الله تعالیٰ یعنی ہم اس کا استحالہ[9] تسلیم نہیں کرتے کیونکہ کذب فی الخبر اور خلف فی الوعید اُن ممکنات سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی قدرت شامل ہے۔

اس کے جواب میں سلطان محمود نے دو کتابوں کی عبارتیں پیش کیں جن کو وہ شرح عقائد جلالی اور اس کا حاشیہ ابو الحسن شہید کہتے تھے۔ غالباً ان کا مضمون یہ تھا کہ کذب[10] نقص ہے اور نقص خدا پر محال ہے تو قول سید شریف ممنوع ہے۔

مولانا نے کہا کہ اولاً یہ اعتراض سید شریف پر وارد نہیں ہوتا کیونکہ سید شریف بحثِ کلام میں تصریح کر چکے ہیں کہ قبح فی الفعل[11] جس سے معتزلہ اس کے امتناع پر استدلال کرتے ہیں اور نقص فی الفعل میں کچھ فرق نہیں ہے تو نقص فی الفعل[12] سے اہل سنت کا اس کے امتناع پر استدلال کرنا اصول اہل سنت کے خلاف ہے۔ دوسرے

---

[1] قدرت کے تحت ہونا۔ [2] کرنے میں اور گفتگو ہے کہنے میں۔ [3] کہتے ہیں اور اس کا خلاف کہتے کا ہی تو خلاف ہوا۔ [4] کیونکہ دلیل ہونی چاہیئے کوئی ہو نہ کہ فرمائشی دلیل۔ [5] شروع میں۔ [6] معتزلہ وہ فرقہ جو عقل کو شرع سے مقدم رکھتا اور خوارج وہ فرقہ جو حضرت علیؓ کی مخالفت کرتا تھا۔ [7] کہ خبر میں کذب کا ممکن ہونا اور اطلاعِ عذاب میں خلاف کا ممکن ہونا لازم آتا ہے۔ [8] ہم تسلیم نہیں کرتے کہ یہ محال ہے کیسے محال ہو سکتا ہے حالانکہ دونوں باتیں ان ممکن باتوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی قدرت شامل ہے۔ [9] محال ہونا۔ [10] صدورِ کذب نہ کہ قدرتِ کذب بلکہ قدرت کا نہ ہونا تو نقص ہے۔ انسان میں زنا کی قدرت ہونا نقص یا جرم نہیں اس کا صادر ہونا نقص و جرم ہے بلکہ قدرت نہ ہونا ہی نقص ہے۔ [11] کام میں برائی ہو کہ معتزلہ برے کام کا خالق خدا کو نہیں سمجھتے حالانکہ برا اس کا صدور ہے نہ کہ پیدا کرنا امتحان کے لئے پیدا کرنا حکمت ہے۔ م

م [12] جب قبح و نقص یکساں ہیں تو نقص سے منع پر دلیل لینا معتزلہ کا سا کام اہل سنت کے اصول کے خلاف ہے۔

باہم مطابقت بھی ہوسکتی ہے کہ دوانی[1] کا قول کلام نفسی پر محمول ہے اور سید شریف کا قول کلام[2] لفظی پر۔

جہانتک میرا حافظہ شہادت دیتا ہے اس تقریر کا کوئی جواب ان کی طرف سے نہیں دیا گیا۔ یہانتک فریقین کی تقریریں قلمبند ہوتی رہیں۔ چونکہ بارہ ۱۲ بجے کا وقت آگیا تھا اراکین نے اُٹھنا چاہا، اٹھتے اٹھتے سلطان محمود نے اعتراض چہارم کی تقریر کی لیکن وہ لکھی نہیں گئی کیونکہ وہ محض غل اور شور میں ہوئی تھی چند منٹ ہوکر مجلس برخاست ہوئی اور پھر کوئی مناظرہ نہیں ہوا۔

یہ مجملاً بھاولپور کے مناظرہ کا قصہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ ہم بعد میں جوابات اجمالی اور تفصیلی بھی شائع کریں گے لیکن یہ بلفظہ مناظرہ جس طرح تحریر ہوا تھا اس لئے ہم نہیں لکھ سکے کہ جو مناظرہ مولوی عبدالمالک صاحب لکھتے تھے ہم نے اس کی نقل لینے کی درخواست بخدمت جناب میر ابراہیم علی صاحب و جناب سید غلام مرتضیٰ شاہ صاحب کی تھی اور انھوں نے ہم کو اس کی نقل کی اجازت دیدی تھی اور وہ کاغذات سرکاری طور پر بتوسط جناب مرزا جندوڈہ خاں صاحب جناب میاں صاحب کی خدمت میں محفوظ رہتے تھے اور جناب سید غلام مرتضیٰ شاہ صاحب نے فرمایا تھا کہ کل صبح کو کسی کو بھیج دینا نقل کرکے لے جائیگا۔

دوسرے روز مولانا خود مع چند طلبہ دولت خانہ پر بخدمت جناب شاہ صاحب گئے اور نقل کیلئے کہا۔ جناب شاہ صاحب نے براہِ مہربانی اسی وقت آدمی بھیجکر جناب میاں صاحب کے ایک خلیفہ کو بلایا اور کاغذاتِ مناظرہ کے لانے کے واسطے حکم کیا۔ چنانچہ وہ گیا اور واپس آکر یہ جواب لایا کہ جناب میاں صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ "ہمارے پاس کاغذات نہیں ہیں خلیل احمد کا آدمی[3] لکھتا تھا اسی کے پاس ہوں گے"۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا واقعی یہ میانصاحب کا ہی جواب ہے بلکہ کچھ عجب نہیں یہ بیچ میں حضرت غلام دستگیر ہی کی کارروائی ہو۔ بہرکیف اس وقت سے مایوسی ہوئی کہ وہ تحریرات غائب غُلہ ہوئیں ہمارے ہاتھ نہ آئیں گی۔ تو اب ہم کو شکر کا بڑا موقعہ ہے کہ بدون نقل جوابات اجمالی اور تفصیلی حوالہ نہیں کر دئے گئے تھے ورنہ وہ بھی اسی طرح غائب غلّہ ہوتے لیکن یہ تو سب جانتے ہیں کہ مولوی عبدالمالک نے سرکاری طور پر مناظرہ کو لکھا تھا جس کے منتظم جناب مرزا جندوڈہ خاں صاحب تھے۔ پھر اگر وہ خود ہی اس کو شائع کر دیں تو بہتر ہے تاکہ تمام ہندوستان میں ہر ایک کو معلوم تو ہو جائے کہ حقیقت کس کی جانب ہے اور مناظرہ میں غلبہ کس کو ہے؟ مگر جس میں ان کی مغلوبیت ثابت ہو اس کو تو وہ کیوں کر

---

[1] جلال الدین دوانی صاحب شرح عقائد جلالی کا محال کہنا۔ [2] ممکن تحت قدرت ہونا لفظی پر ہو۔
[3] حالانکہ لکھنے والے عبدالمالک تھے جو تمام اراکین کی منظوری سے منتخب ہوئے تھے۔

شائع کر سکتے ہیں. لیکن الحمد للہ اہل عقل کے نزدیک اس کا چھپا لینا اور غائب کر دینا بہ نسبت اظہار کے زیادہ صریح دلیل مغلوب ہونے کی ہے لو کانوا[1] یعقلون. یہی وجہ ہوئی کہ غلام دستگیر نے صادق الاخبار میں کیفیتِ مناظرہ کا نام تک نہ لیا اور نتیجہ مباحثہ کے نام سے فتویٰ شائع کرایا. چہ خوش. کجا مباحثہ، کجا یہ فتویٰ، کجا اس کا نتیجہ مباحثہ ہونا، کجا اظہارِ حق؟ عجب امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی انمل ہے ؎

چہ[2] خوش گفت است سعدی در زلیخا　　اَلَا یَا اَیُّہَا السَّاقِیْ اَدِرْ کَاْسًا وَّ نَاوِلْہَا

یہ خیال کیا ہوگا کہ ان کے دلائل کا جواب جن کے مقابلہ میں سر مجلس جواب نہیں آیا تھا اس موقع پر بھی نہ بن پڑے گا تو اب مناظرہ کا ذکر کرنا اپنے مدعا میں کھنڈت ڈالنا ہے اسلئے اس کا نام ہی نہ لو۔

رہا یہ کہ اگر یہ فتویٰ جس پر جناب میاں صاحب کی تصدیق ہے اگر بالفرض ان کی طرف سے ہی سمجھا جائے اور خیال کیا جائے کہ یہ ان کی طرف سے فیصلہ ہے تو تا وقتیکہ یہ فیصلہ حسب شرائط بدلائلِ صحیحہ مدلل نہ ہو اور تمام دلائل کا مفصل جواب نہ ہو ہرگز قابل اعتبار کے فیصلہ نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ خود دلائل مرقومہ غلط ہوں۔ اس صورت میں میاں صاحب کی تصدیق کافی نہیں۔ کیونکہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب میاں صاحب کو دھوکہ دیکر دستخط کرا لئے گئے۔ سوالات میں طرح طرح کی چالاکیاں کی ہیں، دلائل میں بہت کچھ خرافات بھری ہے پہلی دلیل جو تمام مسائل میں جاری کی یہ ہے کہ یہ مسئلہ موافق بیان مولوی اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ کے ہے یہ خود واہیات اور پوچ ہے۔ ان کی موافقت و مخالفت کو بطلان و حقیقت میں کچھ[3] دخل نہیں ہے وہ خدا کے بھی وحدہ لاشریک لہٗ ہونے کے قائل ہیں تو اس کا بھی انکار کیجئے۔ چوری و شراب خواری و جہل و ظلم سے معارضہ بھی کم فہمی سے ناشی[4] ہے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ غلام دستگیر کے نزدیک خدا کی قدرت کا بندہ کی قدرت سے زائد ہونا اور خدا کے مقدورات کا بندہ کے مقدورات سے زائد ہونا ضروری نہیں حالانکہ یہ کلیہ[5] مسلمۂ اہلِ کلام ہے جو مقدور العبد ہے وہ مقدور اللہ ہے۔ اگر اس کا انکار کرتے ہو تو خود اہل سنت سے خارج ہو۔ ہم تحقیقی جواب دیتے مگر خوفِ طوالت سے ترک کرتے ہیں اور صاحب معتقد المنتقد نے جو یہ خرافات بکی کہ قال[6] کبیرھم کذب ہو و اتصافہ سبحانہ بھذہ النقیصۃ لیس محالاً بالذات

---

[1] اگر وہ سمجھتے ہوتے۔ [2] کیا اچھا کہا ہے سعدی نے زلیخا میں الا یا آخر تک۔ خبردار اے ساقی جام کا دور چلا اور دیدے۔ یہ مصرع حافظ شیرازی کا اور یوسف زلیخا کتاب مولانا جامی کی۔ اس میں کہنے والا بنایا شیخ سعدی کو۔ ایسی بے جوڑ باتیں بیان ہوئیں۔ [3] کہ جو کچھ وہ کہیں وہ صحیح ہی نہ ہو۔ [4] پیدا۔
[5] یہ کلی قاعدہ علم کلام کا تسلیم کیا ہوا ہے کہ جو کچھ بندہ کی قدرت میں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بھی قدرت میں ہے۔
[6] ابراہیم علیہ السلام کا یہ کہنا کہ ان تینوں کے بڑے نے کیا ہے کذب ہے یہ تو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے اور اس نقص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا موصوف ہونا محال بالذات نہیں۔

محض افترا[1] وکم فہمی ہے۔ ہرگز کوئی اتصاف[2] بالنقصیہ کا قائل نہیں ہوا۔ من[3] ادعی فعلیہ البیان۔ شرح فقہ اکبر کی عبارت ومنہا[4] لا یوصف اللہ تعالیٰ بالقدرۃ علی الظلم الخ ثبوت مدعا میں بے سمجھی پر دال ہے ظلم کا تحقق خدا تعالیٰ کے حق میں ممکن نہیں۔ تو عقلاً محال ہوا تو اس کا امکان بھی عقلاً ممتنع ہوا۔ لیکن کذب[5] کا محال عقلی ہونا ممتنع ہے بلکہ وہ محال شرعی ہے اور محالِ شرعی کے امکان کو محالِ عقلی کہنا بجز غلام دستگیر جیسے علامۃ الدہر کے کسی دوسرے عاقل کا تو کام نہیں ہے۔ لیجئے آپ کے دلائل کی توتر کی تمام ہوئی اب کہئے اہل سنت سے تم خارج ہو یا ہم؟ انصاف کی آنکھیں اگر ہوں تو ذرا کھول کر دیکھو۔

غلام دستگیر کے مقتدا مولوی مفتی صدر الدین اور امام رازی وغیرہ امکان[6] نظیر فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل ہیں۔ کیوں صاحب پھر وہ بھی اہلِ سنت سے خارج ہیں۔ مماثلتِ[7] نفس بشریت کی تردید میں تفسیر کبیر کی عبارت سے استدلال سراسر خبط ہے۔ کبیر کی عبارت ہمارے ہرگز مخالف نہیں۔ ہم قبول کرتے ہیں کہ تواضعاً[8] ارشاد فرمایا با ایں ہمہ یہ بھی کہتے ہیں کہ نفس بشریت میں مماثلت ہے، کیونکہ بالاتفاق انسان اور بشر کلی متواطی[9] ہے اور جزئیات میں عوارض[10] کا فرق یقیناً ہے۔ انبیاء تو انبیاء ہیں عوام میں بھی باعتبار عوارض زمین وآسمان کا فرق ہے۔ کوئی عورت، کوئی مرد، کوئی صاحب خصالِ حمیدہ، کوئی صاحبِ اوصافِ ذمیمہ، کوئی اندھا عنین جان گونگا، کوئی بینا مرد شجاع بلیغ، کوئی ولی اللہ، کوئی کافر، لیکن یہ فرق عوارض نفس[11] انسانیت میں برابر ہے کوئی بے وقوف سے بیوقوف بھی خلل[12] انداز نہیں سمجھتا اور اس کو کلی مشکک[13] نہیں کہتا۔ چنانچہ اگر ولی اللہ کافر کو کہے کہ میں تجھ جیسا ہوں یا بینا اندھے کو کہے یا جبان[14] شجاع کو کہے یا مرد عورت کو کہے تو باعتبار نفس بشریت کے واقعیت پر محمول ہوگا اور باعتبار عوارض کے تواضع پر۔ پس آپ نے ہمارا مطلب نہیں سمجھا اور نہ تفسیر کبیر کا ہی مطلب سمجھا۔

اسی طرح تیسرے جواب میں بھی تنقیصِ شان حضرت فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف نسبت کرنا

---

[1] تہمت۔ [2] نقص کے صفت ہونے۔ [3] جو دعویٰ کرے اس کے ذمہ ثبوت ہے۔
[4] انہی میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ظلم پر قدرت ہونے کے ساتھ موصوف نہیں کئے جاسکتے۔
[5] وہ تو عقلی محال ہے اور کذب شرعی محال ہے، دونوں میں فرق ہے ایک کرنا درست نہیں اور جو شرعی محال ہوگا اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس پر قدرت تو ہے مگر شرعی حکم اور عیب کی وجہ سے صادر نہیں ہوسکتا یہی ممتنع بالغیر ہوتا ہے۔
[6] حضورؐ کے مثل کے ممکن ہونے کے۔ [7] مثل ہونا محض بشر ہونے میں ہے اس کی تردید کے لئے تفسیر کی عبارت۔
[8] کہ حضورؐ نے تواضع میں برابر فرمایا۔ [9] وہ لفظ جو بہت پر صادق آسکے مگر سب میں بلاتفاوت ہی ہو۔
[10] حقیقت سے باہر کی پیش آنے والی باتیں۔ [11] یہ پیش آنے والی مختلف باتیں انسان ہونے میں برابر رکھتی ہیں۔
[12] اس فرق کو انسان ہونے میں خلل ڈالنے والا۔ [13] وہ لفظ جو بہت پر صادق آتا ہو مگر ایک میں کم ایک میں زائد ہو جیسے سفیدی پانی پر اور موتی پر۔ [14] بزدل۔

جہالت ہے۔ ہمارے کلام اور ہمارے اعتقاد میں افضلیت فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جمیع مخلوقات سے ثابت و متحقق ہے لیکن ہاں ہم حضرت کو حق تعالیٰ کی کسی صفت میں شریک نہیں کرتے اور بعلمِ محیط[1] عالم الغیب نہیں جانتے۔ اگر اس لئے ہم اہل سنت سے خارج ہیں تو ایسا[2] اہلِ سنت ہونا غلام دستگیر اور اس کے رفقا کو ہی نصیب رہے ؎

کارِ شیطاں[3] میکند نامش ولی — گر ولی اینست لعنت بر ولی

خود آنکھیں کھول کر نہیں دیکھتا کہ غیر کو خدا تعالیٰ کی صفت میں شریک کرتا ہے تو خدا تعالیٰ کی تنقیص شان نہ ہوئی؟ مگر مبتدعینِ زمانہ کے نزدیک خدا تعالیٰ کی تنقیص کچھ بری نہ ہو۔

علاوہ ازیں یہ غلام دستگیر اپنے سوالات میں امکانِ کذب کو مورد لعنت[4] اللہ علی الکاذبین کا قرار دیتا ہے جس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ معاذ اللہ تمام انبیاء تمام اولیاء تمام شہدا تمام اقطاب وابدال بلکہ خود بھی مورد لعنت اللہ علی الکاذبین کے ہیں۔ تو کیا سب کو ملعون بتانا تنقیص اور توہین شانِ رفیع ان کی نہیں ہے۔

غلام دستگیر کے پیر و مرشد[5] مولوی غلام محی الدین صاحب اپنے حلیہ میں فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک کو اک جانور کی گردن کے مماثل و مشابہ فرماتے ہیں "بنوع گردن آہو مثال" تو پھر تمہارے پیر نے بھی توہین و تنقیص شان کی۔ ان کو بھی اہل سنت سے نکالو۔

چوتھے اور پانچویں اور چھٹے جوابات میں نہ ہمارا مدعا صحیح نقل کیا نہ کوئی دلیل ذکر کی تو ان کا اس موقع پر ذکر کرنا خود لغو ہے۔ مگر اسقدر لکھنا ضرور ہے کہ عموماً[6] مجلس میلاد مبارک کی حرمت کو ہماری طرف نسبت کرنا محض جھوٹ اور افترا[7] اور بہتان ہے۔ باقی جن امور محدثہ[8] کو ہم نے ناجائز کہا ہے اگر کچھ حوصلہ ہے تو ان کا استحسان ثابت کرے۔

پھر کالم صفحہ ۴ سطر ۶ میں لکھتا ہے (ناحق ان کی غیبت اور بہتان پر کمر باندھ لی) اسی صفحہ کے اسی کالم کی سطر ۲۳ و ۲۴ میں لکھتا ہے (اور ان کی غیبت اور بہتان بندی کریں) لفظ غیبت سے تو معلوم[9] ہوتا ہے کہ یہ عیوب ان میں موجود ہیں، اور بہتان سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ عیوب ان میں موجود نہیں

۱؎ ازل سے ابد تک ہر بات کے لئے عالم الغیب نہیں کہ یہ صفتِ باری ہے۔ ۲؎ کہ خدائی صفت غیر میں ثابت کرنے لگیں ۳؎ کام تو شیطان کا کرتا ہے نام اس کا ہو ولی اگر یہی ولی ہوتا ہے تو اس ولی پر لعنت۔ ۴؎ جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کے وعدہ کرنے کا موقع۔ ۵؎ اگرچہ غلام دستگیر ہمارے بزرگوں کا نام بے ادبی سے لے مگر ہم اس کے جواب میں اس کے بزرگوں کو بے ادبی سے انشاء اللہ یاد نہ کریں گے بشرطیکہ غلام دستگیر حد سے نہ بڑھا۔ ۶؎ ہر قسم کی۔ ۷؎ تہمت۔ ۸؎ نئے ایجاد کئے ہوئے۔ ۹؎ جیسے حدیث میں ہے کہ غیبت کے بیان پر ایک صحابی نے پوچھا اگر اس میں وہ بات ہو تو حضور نے فرمایا جب ہی تو غیبت ہے نہ ہو تو تم نے بہتان باندھا۔

پس اگر ان عیوب کو ان میں جانتے ہو مگر غیبت سمجھ کر ان کا ذکر منع کہتے ہو تو تمہارے تمام محدثین پر یہ اعتراض ہے ورنہ غیبت کہنا غلط ہے اور اگر بعض کی نسبت غیبت اور بعض اخیر کی نسبت بہتان کہنا مراد ہے تو ذرا تفصیل فرمائیے کہ کون سے عیوب کی نسبت غیبت ہے اور کون سے کی نسبت بہتان۔ پھر با ایں ہمہ روایات[۱] کا اعتراض قائم۔ اور یہ بھی خیال ہے کہ ماشاء اللہ بڑے عالم ہیں غیبت اور بہتان کو عجب نہیں ایک ہی سمجھے ہوں اور عطف تفسیری ہو۔

بدعتی فتوے کے علماء

پھر اب ذرا ان لوگوں کا حال بھی سن لیں جن کو غلام دستگیر نے عوام کے فریب دینے کے لئے علما ظاہر کیا اور اُن کے اس فتوے پر دستخط کرا لئے۔ اول جناب میاں صاحب کہ بچپن میں کچھ کتابیں صرف و نحو کی پڑھی تھیں پھر فقیری کی طرف متوجہ ہوئے اب محض خاندانی درویش ہیں مولوی عبدالرشید بسبب شدتِ ضعف اور کثرتِ امراض کے ان کی فہم ہی سلیم نہیں پھر مسائلِ دقیقہ معقولیہ و کلامیہ سے محض ناآشنا۔ میاں نبی بخش اویسی کہ عربی عبارت تک نہیں پڑھ سکتے۔ میاں احمد دین اویسی نے ابتدا میں ناقص طالب علمی کی تھی اب وہ سالہا سال سے نہ رہی۔ محمود اویسی، محمد دین، یہ دونوں چھوٹے بھائی میاں احمد دین کے ہیں۔ یہ بیچارے طلبہ کی بھی شمار میں بمشکل ہو سکتے ہیں غلام نبی یہ مولوی عبدالرشید سے بھی بدرجہا کم ہیں۔ حافظ غلام مصطفےٰ خان، غلام دستگیر کے پیر بھائی خضر صورت مگر مُنیہ اور قدوری سے زیادہ نہیں جانتے اور معتبر ذریعہ سے سُنا گیا تھا کہ اپنے صاحبزادہ کی رعایت میں جھوٹی شہادت دلوانے تک پر آمادہ تھے۔ حکیم عبدالحق پیر فرتوت بجز طبابت کے علومِ معقولیہ و دینیہ سے اجنبی۔ قادر بخش واعظ، علومِ عربیہ سے جاہل محض اور اس پر طماع و لالچی۔ غوث بخش سراج احمد۔ سید زماں شاہ، انھوں نے بخوفِ جبر و اکراہ دستخط کئے۔ جب دیکھا کہ مولوی گل محمد اور سید علی اور شاہ عالم نکالے گئے۔ پھر تحقیقاتِ مسائل دقیقہ میں ان کی استعداد ناکافی۔ غلام احمد، عزیزالدین گھڑی ساز، محمد امین فارسی خواں کہ ان کی استعداد عربی ہرگز ایسی نہیں جو کتاب سے ایسے مسائل سمجھ سکیں۔

یہ حال ان لوگوں کا ہے جنھوں نے اس پر دستخط کئے ہیں اگر کسی کو شک ہو تو ان کا حال دیکھ لے۔

کیا بھاولپور میں علما نہیں

میں حیران ہوں کہ مولویوں کا تمام خاندان باقی تھا۔ نور احمد، سعید اللہ فیض احمد، فضل احمد، سعید اللہ۔ کریم اللہ۔ اِدھر مفتیوں کا خاندان اُدھر محمد امین کا خاندان، حکیم عبدالحق کا خاندان، ان سب کے دستخط کیوں نہ کرا لئے اور زیادہ وثوق و اعتبار

---

[۱] ضعیف موضوع کا اور راویوں کے حالات کا نقص و عیب ظاہر کیا ہے جیسے وہاں دین کو مستحکم کرنے کے لئے درست ہے یہاں بھی درست ہے کہ دین کو غلطیوں سے غلطیوں اور غلطی کرنے والوں کی نشاندہی کر کے پاک صاف کرنا ضروری ہے۔

بڑھتا۔ بلکہ جب دستخط کے واسطے علم شرط نہیں رہا تو دستخط کنندوں کی مستورات کے دستخط کیوں نہ کرالئے؟

یہ اس غلام دستگیر کی ہمیشہ کی چالاکی ہے کہ دھوکہ دہی کے واسطے ایسا کیا کرتا ہے۔ پھر اس میں تو ایک یہ بھی کاریگری کی ہے کہ بعض دستخطوں میں جعل اور تحریف بھی ہوئی ہے۔ مثلاً سنا ہے سراج احمد نے لکھا تھا میں بسبب کثرتِ مشاغل کتب متعلقہ مسائل متنازع فیہا[1] کو نہیں دیکھ سکا۔ چونکہ معاملہ دین نازک ہے لہٰذا مجملاً لکھتا ہوں کہ جس شخص کے عقائد مخالف[2] عقائد اہلِ سنت کے ہیں وہ مذہب باطل پر ہے (العبد سراج احمد) پس یہ حال اس کے فتوے کا ہے اور یہ کیفیت اس کے تصدیق کنندوں کی ہے۔ پھر اس بے دینی کو حج بیت اللہ کی برابر بلکہ راجح کہتا ہے۔ ہاں اس وجہ سے تو بیشک حج بیت اللہ پر راجح ہے کہ سو روپے کی رقم ہاتھ لگ گئی۔ یہ نعمت نولاکھ حج مبرور سے بھی اس کے نزدیک بڑھ کر ہوگی اس پر وہ مثل صادق آئی خسر[3] الدنیا وخسر الآخرہ۔ سبحانک وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک۔ اس تحریر میں ہم نے بہت سے مدارج[4] کا مجمل بیان کیا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ کسی وقت ہم اس کو تفصیل سے ظاہر کریں گے بلکہ عجب نہیں یہ مسئلہ پولٹیکل ہو جائے اور غلام دستگیر ہم کو مجبور کرے کہ ہم گورنمنٹ کو اس طرف متوجہ کریں۔ فقط۔

فنِ مناظرہ میں یدِ طولیٰ

فنِ مناظرہ بالخصوص ردِّ روافض و ردِّ بدعات میں حضرت کو یدِ طولیٰ تھا۔ آپ کی عادت نہ تھی کہ خود مناظرہ کی دعوت دیں یا چھیڑ چھاڑ کریں مگر جب دوسرے فریق کی طرف سے زور دیا جاتا تو اس وقت آپ شیر بن کر سامنے آتے اور مخالف کو جھوٹوں بھی یہ کہنے کا موقع نہ دیتے کہ مناظرہ سے بھاگ گئے۔ فریقِ مخالف نے آپ کی ضروریاتِ وقتیہ اور تنگی و دشواری حالات ٹٹول ٹٹول کر اس کی تدبیر کی کہ اس وقت آپ مناظرہ نہ کر سکیں گے اور ہمیں فرار کا الزام لگا کر اپنے معتقدین میں اپنی کامیابی کا شور مچانا نصیب ہوگا مگر آپ نے ہمیشہ اس چال کو سمجھا اور موقع ہی نہ دیا کہ آپ کی حقانیت پر کوئی دھبّہ آئے۔

راندیر میں مبتدعین سے بشرط پر مناظرہ اور مبتدعین کا گریز

ایک مرتبہ آپ سفرِ حج سے واپس آرہے اور اہلِ راندیر کے اصرار پر ایک دن کے لئے راندیر ٹھیر گئے۔ چند مبتدعین نے جو کہ پہلے سے ٹھیرے ہوئے تھے اس شب میں جس کی صبح کو

---

[1] جن میں جھگڑا ہے۔ [2] یہ تو وہ ہوگا جو خدا تعالیٰ کی صفت کو غیر میں ثابت کریگا۔ [3] دنیا کا نفع لیا اور آخرت کا خسارہ۔ اے اللہ آپ پاک ہیں میں آپ کی پاکی حمد کے ساتھ بیان کرتا ہوں دل سے گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں میں آپ سے مغفرت مانگتا ہوں اور آپ کی طرف توبہ کرتا ہوں [4] درج شدہ مسائل کا۔

آپ چلنے والے تھے شور مچایا کہ مناظرہ کرلو۔ ہر چند کہ آپ چار مہینے سے سفر کا تعب اٹھا رہے تھے، اہل و عیال کا ساتھ تھا، وطن پہنچنے کی عجلت تھی، روانگی کی اطلاع آپ جگہ جگہ دے چکے تھے اور یہی فریقِ مخالف کی جیت تھی، کہ مناظرہ کی دعوت پر لامحالہ جواب دیں گے کہ دوسرا وقت مقرر کرو۔ مگر آپ نے کسی ضرورت کی پروانہ کی اور پہلی ہی تحریک پر کہلا بھیجا کہ وطن کی روانگی ملتوی کرتا ہوں اور منظوری شرائط میں دیر لگانا نہیں چاہتا جو شرط چاہو طے کرو اور میں کل صبح آٹھ بجے جائے موعود پر پہنچ جاؤنگا۔" اِدھر آپ نے احباب کو رفعِ انتظار کے لئے خطوط بھیجدیئے چنانچہ بندہ کے نام بھی یہ خط آیا۔

مولانا کا مکتوب بنام مولانا عاشق الٰہیؒ

مکرم مولانا مولوی عاشق الٰہی صاحب مدفیوضکم السلام علیکم۔ آج ۲۰ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ کو قصد روانگی یہاں سے تھا مگر یہاں کے مبتدعین کی تحریک سے مولوی ظہور الحسن رامپوری نے دعوتِ مناظرہ دی لہذا تا بدر وازہ پہنچانے کے لئے آج قیام کیا۔ چنانچہ بحمداللہ مبتدعین ذلیل ہوئے اب کل ۲۱ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ یوم چارشنبہ، ۷ بجے فجر کو یہاں سے پنجر میں روانگی ہوگی اطلاعاً عرض کیا گیا فقط والسلام خلیل احمد عفی عنہ از رواندیر۔

صبح حسب وعدہ جب آپ مقام مناظرہ پر پہنچے تو میدان خالی تھا اور دو گھنٹہ انتظار کے بعد معلوم ہوا کہ فریقِ مخالف کا تو رات ہی سے پتہ نہیں چنانچہ آپ منبر پر آئے اور دیر تک مسائل اختلافیہ کی تقریر کی اور یہ بھی فرمایا کہ اسی وقت پر موقوف نہیں جس وقت بھی میری ضرورت ہو میں مستقل سفر کر کے حاضری کے لئے تیار ہوں۔